Tauseeq, Volume. 4, Issue. 1
ISSN (P) 2790-9271 (E) 2790-928X
DOI: https://doi.org/10.37605/tauseeq.v4i1.41

Received: 28-03-2023
Accepted: 27-05-2023
Published: 30-06-2023

# پاکستان میں تانیثی جمالیات کا ارتقا: ماہنامہ "عصمت" کا کردار

# Evolution of Feminist Aesthetics in the Pakistan: The Role Of Monthly "Ismat"

ڈاکٹر نعیمہ بی بی*

**Abstract:**

Feminist aesthetics has made women aware that there is no fundamental distinction that can distinguish the writings of women and men. The origin of feminine aesthetic consciousness in the subcontinent is more visible in the late nineteenth century when women started writing alongside men. Various means of expression were available to these writings, including a monthly magazine "Ismat. In the articles of "Ismat" monthly, women were informed that if a woman is educated, she can educate and train other women and illiterate people with her knowledge and skills. In this paper, the role of Mahnama Ismat in the evolution of feminine aesthetics in the Pakistan is presented

**Keywords:** Ismat , women , Feminist, Subcontinent, rashid ul kheri, feminism.

تانیثیت یا فیمنزم عصر حاضر کا سب سے بڑا بیانیاتی نظریہ ہے ۔ جس نے پدرسری معاشرے پر کاری ضرب لگائی۔ادب میں تانیثیت نے ایک بڑا کام یہ کیا کہ عورت کو سماجی فعالیت عطا کی ۔ فیمنزم نے اس متخالف تانیثی بیانیے کی ردتشکیل کی کہ عورت کم عقل ہے اس نے عورت کو نہ صرف اس کے وجودی شعور سے آگاہ کیا بلکہ اس سماجی تہذیبی منظر نامے سے بھی آگاہی بخشی جس سے عورت کو سوچ سمجھ کر دور رکھا گیا تھا۔ تاکہ وہ ہمیشہ مجہول اور کم عقل ہی رہے ۔ تانیثی جمالیات کا سب سے اہم کارنامہ ہی یہ ہے کہ اس نے عورت کی نفسیاتی ہستی کو خود اسی کے باطن سے کشید کرنے کی کوشش کی ہے عورت مرد سے کم عقل نہیں ۔تانیثی جمالیات

* ٹیچنگ اینڈ ریسرچ ایسوسی ایٹ(شعبہ اُردو) بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی اسلام آباد۔
Naeema.bibi@iiu.edu.pk

نے عورت کو یہ شعور بخشا ہے کہ ایسی کوئی بنیادی تفریق نہیں جس کی وجہ سے عورتوں اور مردوں کی تحریروں کو ایک دوسرے سے مختلف قرار دیا جا سکے ۔ یہ مرد اساس بیانیہ ہے کہ عورت کی تحریریں عمدہ نہیں ہو سکتیں یا ان میں شعور کی کمی ہے ۔ اور وہ ایسی تحریر نہیں لکھ سکتیں جس سے سماجی سطح پر کوئی تبدیلی ممکن ہو سکتی ہے ۔

برصغیر میں تانیثی جمالیاتی شعور کی ابتدا انیسویں صدی کے اواخر میں زیادہ نظر آتی ہے جب خواتین نے مردوں کے شانہ بشانہ لکھنا شروع کر دیا ۔ اس عہد کی خواتین نے اپنے شعور کا اظہار تحریروں میں کیا ۔ ان تحریروں کو مختلف اظہار کے ذرائع میسر رہے جن میں ایک ماہنامہ " عصمت " بھی تھا۔ یہ ماہنامہ جون 1908ء میں مخزن پریس دہلی سے شائع ہوا ۔ اس کے اجرا کا بنیادی مقصد عورتوں کو ان کی سماجی فعالیت سے آگاہ کرنا تھا ۔ یعنی تانیثی جمالیات کا جو پہلو عورت کو عورت کی نظر سے دیکھنے کا ہے ، برصغیر میں اس کی بنیاد یہی رسالہ ہے ۔ پاکستان بننے سے قبل یہ رسالہ دہلی سے شائع ہو تا تھا پاکستان بننے کے بعد اسے کراچی منتقل کر دیا گیا جہاں سے وہ اب تک بے قاعدگی کے ساتھ شائع ہوتا ہے۔ پاکستان میں تانیثی جمالیات کے ارتقا میں جتنا کردار اس ماہنامے کا ہے اتنا کردار کسی بھی دوسرے ادبی جریدے کا نہیں رہا۔ اس لیے کہ شاید یہ ماہنامہ صرف خواتین کے لیے تھا اور ان کی تعلیم و تربیت سے متعلقہ امور پر مواد شائع کرتا تھا ۔ اس کے مضامین کی مخاطبین براہ راست عورتیں تھیں ۔

ماہنامہ"عصمت" کے مضامین میں عورتوں کو اس بات کی آگاہی دی گئی کہ اگر کوئی ا یک عورت پڑھی لکھی اور باہنر ہے تو وہ اپنے علم و فن سے گھر کی دوسری عورتوں اور ناخواندہ افراد کو تعلیم و تربیت دے سکتی ہے۔ ان کا فرض ہے کہ وہ معاشرے کے ان افراد کو تعلیمی روشنی سے فیض پہنچائیں۔ مسلمان عورتوں سے یہ توقع رکھی جاتی ہے کہ وہ اپنی تعلیم سے دوسروں کو بھی مستفید کریں گی۔ کیونکہ عورتیں تعلیم یافتہ ہوں گی تبھی وہ معاشرے میں اپنا مقام حاصل کر سکیں گی اور اپنے حقوق کے لیے آوازبلند کر سکیں گی۔ اس لیے کہ عورتوں کو معاشرے میں کوئی خاص حیثیت حاصل نہیں ہے۔ علامہ راشد الخیری نے بہت پہلے اپنے مضمون میں کہہ دیا تھا کہ مسلمان اس سے بآسانی انکار نہیں کر سکتے کہ باوجود ترقی تعلیم اور احساس حقوق نسواں کے اب تک مسلمان عورت دور حاضرہ کے مسلمانوں میں اصلی و قعت حاصل نہیں کر سکی ۔انہوں نے اپنے مضامین میں ا س بات کی طرف بھی توجہ دلائی تھی کہ موجودہ دور میں عورت کو معاشرے میں کوئی مقام حاصل نہیں۔ (1)

یہی وجہ ہے کہ عورتوں کو تعلیم حاصل کرنے کی بار بار تلقین کی گئی۔ دراصل پاکستان بننے کے بعد یہ احساس بہت قوی ہو گیا تھا کہ ملک کو عورتوں کی خدمات کی اشد ضرورت ہے۔ لہٰذا ہر شعبۂ زندگی سے تعلق رکھنے ولی خواتین کا پڑھ لکھ کر آگے بڑھنا بہت ضروری ہے۔خاص طور پر اس زمانے میں خواتین اساتذہ اور لیڈی ڈاکٹرز کی کمی کو شدت سے محسوس کیا گیا تھا۔ چنانچہ ان دونوں شعبوں میں خواتین کو آگے بڑھانے کے لیے مختلف مضامین تحریر کیے گئے۔ قوم سے یہ توقع رکھی گئی کہ وہ اپنی لڑکیوں کو ہنرمند بنائے۔ عورتوں کو بتایا گیا کہ جب تک عورتیں اپنی ذمہ داری پوری نہیں کریں گی معاشرہ ترقی نہیں کرے گا۔

ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ اس بات پر زور دیا گیا تھا کہ خواتین کو ایسی تعلیم حاصل کرنی چاہیے کہ وہ گھر گرہستی سے دور نہ ہو جائیں۔ اس سلسلے میں مغرب کے حوالے سے بتایا گیا کہ وہاں بھی خواتین تعلیمی ترقی کے ساتھ سا تھ امور خانہ داری پر بھی بھرپور توجہ دیتی ہیں۔ لہٰذا عورتوں کو ایسی تعلیم دینے کی سفارش کی گئی جو کہ ا مور خانہ داری میں بھی ممد و معاون ثابت ہو سکے۔ عورتوں سے بھی کہا گیا کہ وہ ایسی تعلیم حاصل کریں جو ان کے فرائض میں حائل نہ ہو، کیونکہ ایسی تعلیم قابل تعریف نہیں ہوتی۔ مکمل اور جامع عورت کی ماہنامہ"عصمت" میں یہ تعریف کی گئی کہ عورت کو ہر کام میں تربیت یافتہ ہونا چاہیے۔ اس کے علاوہ اس کے پاس دوسری ڈگریوں کے علاوہ خانہ داری اور مذہبی امور میں بھی ماہر ہونا ضروری ہے۔ تب ہی وہ ایک مکمل عورت کہلائے گی۔ (2)

ماہنامہ "عصمت" میں یہ بھی کہا گیا کہ دنیا کی کوئی بھی قوم ہوا س کے خاندان کا مرکز ہمیشہ سے عورت رہی ہے۔ اس لیے زندگی کا معیار اورکامیابی کی ضمانت ایک تعلیم یافتہ اور ہنر مند عورت ہے۔ عورت کا تعاون حاصل کیے بغیر کوئی قوم اعلیٰ پائے کی ترقی نہیں کر سکتی۔ لیکن اس کے باوجود ہندوستان اور پاکستان میں جب خواتین کسی میدان میں قدم رکھتی ہیں۔ تو انہیں خوش آمدید نہیں کہا جاتا۔ ان کے ساتھ ایسا سلوک کیا جاتا ہے۔ گو یاوہ مردوں سے کم تر اور ذلیل ہیں۔اسی لیے ماہنامہ"عصمت"کے اندر بار بار خواتین کی تعلیم و تربیت پر زور دیا گیا۔عقیلہ سلطانہ نے اپنے مضمون "نسوانی تعلیم و تربیت" میں اسی جانب اشارہ کیا ہے کہ عورتوں کی تعلیم و تربیت کم سے کم اتنی ضرور ہونی چاہیے کہ وہ مردوں سے اپنے حقوق حاصل کرسکے۔ دفاتر کا کام سنبھال سکے۔ تیمارداری کر سکے۔ زخمیوں کو سنبھال سکے۔ محاذ پر ہمت بندھا سکے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ خود ہمت ہار کر بیٹھ جائے۔ بلکہ عملی زندگی میں مردوں کے شانہ بشانہ چل سکے۔ (3)

اس ماہنامے میں عورتوں کو بار بار یہی سکھانے کی کوشش کی گئی کہ جب یہ خواتین تعلیم یافتہ ہو جائیں تو پھر خود کو ہر پابندی سے آزاد نہ سمجھیں۔ ماہنامہ "عصمت" میں اگر خواتین کی تعلیم و تربیت کے حوالے سے با ت کی گئی تو وہیں اس موضوع پربھی بہت بحث کی گئی کہ خواتین کی جائز معاشرتی آزادی کی حد کہاں سے کہاں تک ہے؟ تانیثی جمالیات عورتوں کو ان کے بدنی شعور سے آگاہی بخشتی ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو معاشرے اور سماجی صورت حال میں کیسے ڈھالتی ہیں ۔

بعض عورتیں پڑھ لکھ کر خود کو ہر پابندی سے آزاد سمجھتی ہیں۔ حمیدہ بیگم نے خواتین کے اسی رحجان کی جانب اشارہ کرتے ہوئے اپنے مضمون میں لکھا ہے کہ آج کل کی پڑھی لکھی اور ترقی یافتہ عورتیں یہی سمجھتی ہیں کہ وہ قوم کی خدمت اسی صورت میں کر سکتی ہیں جب وہ گھر سے باہرنکل جائیں اور وہ گھر کی چاردیواری سے آزاد ہوں۔ ان کے نزدیک استانی، نرس، ڈاکٹر یا کسی بھی شعبے کے فرائض سر انجام دینا قومی خدمت ہے۔ لیکن بچے جننا، ان کی پرورش کرنا اور شوہروں کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا سرا سرجہالت اور حماقت ہے۔ بلکہ بعض تعلیم یافتہ عورتیں اپنے سا منے شادی اور بچوں کا ذکر بھی نہیں سن سکتیں۔ ان میں ننانوے فی صد ایسی ہیں جو گھر اور بچوں کو قید تصور کرتی ہیں۔ اور ان کو اپنے پاؤں کی بیڑی سمجھتی ہیں۔جو مردوں اورملاؤں نے زبردستی ان عورتوں کو پہنا رکھی ہیں۔ (4)

ارکانِ دین کی پابندی اور مذہبی قوانین کو اپنا کر ہی عورت معاشرے میں ایک آئیڈیل عورت بن سکتی ہے۔وہ تب ہی اپنی ذمہ داریاں پوری تندہی سے سر انجام دے سکتی ہے، جب وہ معاشرے کے بنائے ہوئے قوانین پر عمل پیرا ہوگی۔ اس لئے ماہنامہ"عصمت" میں ایسے مضامین بھی شائع ہونے لگے، جن میں واضح طور پر یہ رحجان نظر آیا کہ لڑکیوں کو سکول بھیجنے سے قبل ان کے اساتذہ کا طرز زندگی اور خیالات و نظریات جاننے کی مکمل کوشش کرنی چاہیے۔ سلمیٰ عبا سی نے اس پر مضمون میں لکھا کہ آج کل کی لڑکیوں کو ہوش سنبھالتے ہی سکول بھیج دیا جاتا ہے۔ لیکن اساتذہ کے چال چلن کے بارے میں جاننے کی مطلق کوشش نہیں کی جاتی۔ اور نہ لڑکیوں اور اساتذہ کی محبت کے بارے میں چھان پھٹک کی جاتی ہے۔اس طرح لڑکیاں بگڑ جاتی ہیں۔ اور ان کی ذمہ داروہ استانیاں ہوتی ہیں جن کا اپنا طرز عمل ٹھیک نہیں ہوتا۔ اور یوں معاشرے میں مختلف اخلاقی برائیاں جنم لیتی ہیں۔(5)

اس ماہنامے میں خواتین کو یہ باور کر ایا گیا کہ وہ اپنی لڑکیوں کو سکول میں بھیجنے کے ساتھ ساتھ خود بھی ان کی تعلیم و تربیت کریں۔ سب کچھ اساتذہ کرام پرنہیں چھوڑنا چاہیے۔ اس ذمہ داری کا احساس کریں کہ اولاد کی درست تعلیم و تربیت کہ ذمہ

دا ری ماں باپ پر عائد ہوتی ہے-اور لڑکیوں کی درست تربیت ماؤں کا فرض ہے۔ مائیں ان کو خانہ داری، اطاعت شعاری، کفایت شعاری، مہما ن نوازی کی تربیت دینے کے علاوہ اور بہت کچھ سکھا سکتی ہیں۔ اس کے علاوہ مائیں لڑکیوں کی عفت و عصمت کا خیال ان کے دل میں جما سکتی ہیں-مہر آراء بیگم نے اس حوالے سے اپنے مضمون ''لڑکیوں کی تربیت'' میں کچھ تجاویز بھی پیش کی ہیں کہ لڑکیوں کو بزرگ بیبیوں کے حالات اور کارنامے سنائے جائیں کہ کس طرح یہ بیبیاں مشکل حالات میں بھی اپنی عصمت کی حفاظت کے لیے جان قربان کر دیتی تھیں۔ اس کے علاوہ مائیں اپنی بچیوں کو دنیاوی علم کا ساتھ ساتھ دینی تعلیم بھی دیں۔ اور ان کو جسمانی حرکات و سکنات کی بھی اجازت ہو تاکہ وہ کوئی ورزشی کھیل کھیلیں۔ لیکن ان تمام امورات کے لیے ضروری ہے کہ مائیں اپنی لڑکیوں کی درست تربیت کریں۔ اسی طرح فاطمہ بیگم نے اپنے مضمون ''مسلمان خواتین اور کلب''میں اس امر کی جانب نشان دہی کی کہ مسلمان عورت کو عریانی شراب نوشی اور رقص و سرود کی ہرگز ہرگز اجازت نہ ہو۔ شرم و حجاب کے ذریعے عورتوں کو باہر جانے کی اجازت دی جائے۔ میک اپ کے بغیر چہرہ کھلا رکھنے کی اجازت دی جا سکتی ہے-مائیں اپنی بچیوں کو مردوں کی محفلوں میں جانے سے روکیں۔ اس طرح وہ اپنی لڑکیوں کی تربیت کر سکتی ہیں-(6)

ماہنامہ ''عصمت''میں نہ صرف خواتین کو تعلیم حاصل کرنے کی تلقین کی گئی بلکہ انہیں دوسری خواتین کی مثالیں دے کر سمجھایا گیا کہ وہ عورتیں کس طر ح تعلیمی ترقی میں بہت آگے نکل چکی ہیں۔ ڈاکٹر اصغر جلیس اس سلسلے میں ازبک عورتوں کی مثال یوں پیش کرتے ہیں کہ فنی سکولوں میں ازبک لڑکیوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ اب سے تقریباً ۵۳ سال پہلے ان سکولوں میں ان کی تعداد تقریباً ۵ فیصد تھی۔ اور اب یہ تعداد ۴۳ فیصد تک پہنچ چکی ہے۔ اس وقت قومی معیشت میں حصہ لینے والے مختلف شعبوں کے اندر ان خواتین کی تعداد ۵۰۷۵ ہو چکی ہے-ان عورتوں کے پاس اعلیٰ تعلیم کی ڈگریاں بھی ہیں-اور ۳۸ ہزار عورتیں ایسی ہیں۔ جنھوں نے خصوصی ثانوی تعلیم حاصل کی ہے۔ اس وقت ۵۳ ازبک خواتین کے پاس پی ایچ ڈی کی ڈگری موجود ہے۔ اور 1۰۰۹ کے پاس ایم ایس سی کی ڈگری موجود ہے-(7)

ماہنامہ "عصمت" میں ایک طرف تو خواتین کی تعلیمی ترقی کے لیے آنسو بہائے جا رہے تھے۔ اور دوسری طرف ایک طبقہ فکر ایسا بھی تھا جو خواتین کی تعلیمی ترقی کو اخلاقی برائیوں کی جڑ قرار دے رہا تھا۔ اس طبقے کی نزدیک معاشرے میں جتنی برائیاں پھیل رہی ہیں ان کی بنیادی وجوہات میں ایک وجہ عورتوں کا تعلیم یافتہ ہونا بھی ہے۔ بدرالنساء رحمٰن اس ضمن میں لکھتی ہیں کہ جس تعلیم نسواں کو پھیلانے کے لیے خون کے آنسو روئے گئے۔ آج اس تعلیم سے نا معلوم سا خوف محسوس ہوتا

ہے۔ اور بالآخر تمام اخلاقی خرابیوں کی جڑ تعلیم نسواں ہی نظر آتی ہے۔ اور آج بھی ہماری اخلاقی تشنگی کی ذمہ دار تعلیم نسواں ہی ہے۔(8)

یہی مسئلہ صدیقہ بانو نے اپنے مضمون "ہم راہ بھول گئے" میں اٹھایا ہے کہ یہ تعلیم نسواں ہی ہے جس سے بے جا آزادی کا احساس پیدا ہوا۔ اور آج ہم ترقی نہیں کر سکے بلکہ تنزلی کی جانب سفر کر رہے ہیں۔ ہم نے بزرگوں کا ادب اورچھوٹوں کا لحاظ کرنا چھوڑ دیا ہے۔اور فیشن پرست مستورات نے تو قطعی طور پر پردہ ترک کر دیا ہے۔ اور گستاخی سے بڑوں کو جواب دینا اپنی آزادی سمجھتی ہیں۔ حالانکہ ایسی آزادی عورتوں کی تعلیم کو بھی داغدار کر رہی ہے اور عورتوں کو ان کے مقام سے گرا رہی ہے۔ مصنفہ کے خیال میں اب ایسی تعلیم کی ضرورت ہے جو اخلاقیات سکھانے کے ساتھ ساتھ خواتین کو شریں بیانی بھی سکھائے۔ (9)

اسی لیے ماہنامہ "عصمت" میں عورتوں کے نصاب تعلیم کے متعلق بھی مضامین لکھے گئے۔ اور عورتوں کی اصلاح، تعلیم و تربیت، اور معاشرتی ضروریات کومد نظر رکھتے ہوئے ایسا نصاب مرتب کرنے کی تجویز پیش کی گئی جو عورت کو با عمل اور مفید شہری بنا سکے۔ حمیدہ بانو میٹرک کے بعد کی تعلیم کے بارے میں لکھتی ہیں کہ میٹرک کے بعد طالبہ کو اختیار ہونا چاہیے کہ گھر بیٹھ کرخانہ داری کے معاملات میں مہارت پیدا کرے یا پھر ٹیچر، ٹائپسٹ، سیکریٹری، نرس وغیرہ کی ٹریننگ حاصل کرے۔اور جو لڑکیاں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی خواہش مند ہیں۔ وہ کالجوں میں داخلہ لے سکتی ہیں۔ تاکہ ڈاکٹر،سائنس دان، پروفیسر، وکیل، انجینئر وغیرہ بن سکیں۔ لیکن ان سب کے باوجود لڑکیوں کو خانہ داری میں ماہر ہو نا چاہیے۔تاکہ وہ اچھی مائیں اور اچھی بیویاں بن سکیں۔(10)

مفکرین کے نزدیک معاشرے میں آبادی، صحت، آلودگی، ماؤں کی شرح اموات، بچوں کی شرح اموات، چائلڈ لیبر، جنسی امتیاز خواتین کی حق تلفی، جنسی تشدد، جرائم، کرپشن، منشیات، عدم مساوات، ناانصافی اور عدم تحفظ جسے مسائل خواتین کی تعلیم کے بغیر حل نہیں کیے جاسکتے۔ لہٰذا ان مسائل کے حل کے لیے ضروری ہے کہ خواتین کی تعلیم کا خصوصی انتظام کیا جائے۔ کیونکہ عورتیں معاشی جد و جہد میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ اور پڑھی لکھی اور ان پڑھ خواتین میں واضح فرق نظر آتا ہے۔ اس سلسلے میں فتح محمد برفت نے اپنے مضمون "ناخواندہ خواتین اور معاشی ترقی" میں خواتین کی تعلیم کے لیے چند سفارشات پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ثانوی سطح تک لڑکے اور لڑکیوں دونوں کے لیے تعلیم لازمی ہو۔ ثانوی سطح تک تعلیم مفت ہو۔ لڑکیوں لڑکوں کے الگ الگ سکول بنائے جائیں۔ تمام محکمہ جات کو مل کر لڑکیوں

کی تعلیم کے لیے کام کرنا چاہیے۔ میڈیا کے ذریعے تعلیم نسواں کی اہمیت کو اجاگر کیا جائے۔ سماجی تنظیموں کے تحت گھروں کے سربراہوں کے لیے ورکشاپس بنائی جائیں۔ اور ان میں مثبت رویے پیدا کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی جائے۔ مذہبی رہنماؤں اور مسجد کے پیش اماموں کو تعلیم نسواں کے پروگرام میں شامل رکھا جائے۔ گرلز اسکولوں میں فنی تعلیم کا قیام یقینی بنایا جائے۔ لڑکیوں کی کم عمری کی شادی کے قوانین پر سختی سے عمل کروایا جائے۔ خواتین اساتذہ کی تعداد میں اضافہ کیا جائے۔خواتین کے لئے روزگار کے مواقع فراہم کیے جائیں۔ (11)

اس طرح نہ صرف ہم خواتین کو تعلیم یافتہ بنا کر معاشی جد و جہد میں آگے بڑھاسکتے ہیں۔ بلکہ مستقبل قریب میں ہمارا ملک بھی ترقی یافتہ کہلا سکتا ہے۔اس وقت ہمارے ملک کی جو خراب صورتحال چل رہی ہے۔ اس کی ایک بنیادی وجہ خواتین کی ناخواندگی بھی ہے۔ پاکستان میں عورتیں کل آبادی کا ۲۵ فیصد ہیں۔ ان میں ۴۲ فیصد تعلیم یافتہ ہیں۔ اور عملی طور پر دیکھا جائے۔ تو ۵۸ فیصد خواتین ناخواندہ ہیں۔ اگر یہی صورتحال رہی تو پاکستان کے بہتر مستقبل کے بارے میں کچھ کہنا غیر یقینی ہو گا۔

آج بھی لڑکیاں سکولوں میں داخلے سے محروم ہیں۔ اور اس کی وجہ مردوں کی ناخواندگی اور جہالت ہے۔ جب عورتیں پڑھی لکھی نہیں ہوں گی تو ہم اچھے معاشرے کی کیا توقع کر سکتے ہیں۔

ماہنامہ ''عصمت'' میں خواتین کی تعلیمی پسماندگی پر تو بہت کچھ لکھا گیا لیکن اس ساتھ ساتھ ایسے مضامین بھی لکھے گئے جو آزادئ و بیدارئ نسواں سے متعلق تھے۔ ان مضامین کے ذریعے عورتوں کو آگاہی دی گئی کہ وہ اپنے حق کے لیے آواز اٹھانا سیکھیں۔ تب ہی وہ معاشرے میں کامیابی سے رہ سکتی ہیں۔اس لیے عورتوں کو اپنے حق کے لیے آواز اٹھانے کی دعوت دی گئی۔ تاکہ وہ جان سکیں کہ اسلام نے ان کے لیے کون کون سے حق مقرر کر رکھے ہیں۔ ماہنامہ''عصمت''نے خواتین کو ان کی آزادی اور حق کے لیے شعور و آگاہی دی لہٰذا پاکستان بننے کے بعد بھی آزادئ نسواں کے موضوع پر بہت کچھ لکھا گیا۔ پاکستان بننے کے ساتھ ہی خواتین سے کہا گیا کو وہ اپنے آپ کو اس قابل بنائیں کہ لوگ ان کی مثالیں دیاکریں۔ بلقیس عصمت شفیع لکھتی ہیں کہ ہم نے بحیثیت پاکستانی عورت کے اپنی ذمہ داریوں کو سمجھا ہی نہیں ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ ہم نے زندگی کو آزاد عورت کی طرح بسر کرنا ہی نہیں سیکھا۔(12)

عورت کو اس بات کااحساس ہونا چاہیے کہ وہ معاشرے میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھی ہے۔ پاکستان معاشی طور پر بہت کمزور ہے تو عورتوں کو اس نوزائیدہ مملکت کی ترقی میں اپنی کردار ادا کرنا چاہیے۔ لیکن اُس زمانے کی عورت اپنی تعلیمی و معاشرتی پسماندگی کی وجہ سے معاشی ترقی میں اپنا حصہ ادا نہیں کر سکتی۔اگر چہ یہ وہ زمانہ ہے جب بہت سی خواتین نے پردہ ترک کر دیا ہے۔ اور وہ اعلیٰ تعلیم بھی حاصل کر رہی ہیں۔ وہ میدان میں آگے بڑھ رہی ہیں۔لیکن اس کے باوجود وہ اس لیے ترقی نہیں کر رہیں کیونکہ وہ اپنے فعل کی کلیتہً خود مختار نہیں ہیں۔ ان پر ان کے رشتہ داروں کا دباؤ ہے۔ کنواری یا بیوہ ہیں تو باپ بھائیوں کے دباؤ میں ہیں۔ بیاہی ہیں تو شوہر کا دباؤ ہے۔ ماں ہے تو بیٹوں کے دباؤ کا شکار ہے۔ عورت اسی وقت آزاد ہوگی جب وہ مردوں کی طرح آزادانہ تجارت کرتی اور ہر شعبۂ زندگی میں کام کرتی نظر آئے گی۔ لیکن ابھی عورت معاشی میدان میں بہت کمزور ہے۔اور کم تر ہے اور اس کی بنیادی وجہ مردوں کی تنگ نظری ہے۔ مرد عورت کو آزاد انہ ہر شعبے میں کا م کرتا ہوا نہیں دیکھ سکتا۔ قیصر سراج نظامی اپنے مضمون میں لکھتے ہیں کہ عورتوں کو مساوی حقوق دینے میں مردوں نے ہمیشہ بخل سے کام لیا ہے۔ اور ہمیشہ خود کو عورتوں سے برتر سمجھا ہے۔ایسا نہیں ہے کہ یہ برتری صرف مشرق کے لوگوں میں تھی۔ مغربی مردوں کے اندر بھی یہ برتری کا احساس موجود تھا۔ مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب، ہر جگہ عورت کا استحصال جاری ہے۔ فرق صرف اتنا ہے مغربی اور یورپی اقوام کی عورتیں معاشی ترقی میں مردوں سے کم پیچھے ہیں۔ جبکہ مشرق کی عورت بہت زیادہ پیچھے ہے۔ اور اس کی ذمہ دار کسی حد تک عورت بھی ہے۔ کیونکہ جہاں مرد نے عورت کا استحصال جاری رکھا وہاں عورت خود اپنے حقوق کے لیے آواز بلند نہ کر کی اور نہ ہی کوئی احتجاج کیا۔(13)

تقسیم برعظیم مسلمانوں کے لیے کرب انگیز اور تکلیف دہ تھی۔ نئی مملکت کے وجود کو قائم رکھنے کے لیے خواتین کی مدد کی اشد ضرورت محسوس کی گئی۔ ماہنامہ "عصمت" کے اندر ایسے مضامین شائع ہوئے جو خواتین کے اندر قوت ارادی پیدا کرنے میں مصروف تھے۔کیونکہ اس زمانے میں ملک اور معاشرہ دونوں بد حال تھے۔ اور ملکی حالات بد ترین تھے۔ ایسے میں خواتین کو دوسری مسلمان خواتین کے قصے سنا کر آگے بڑھنے کی دعوت دی گئی۔ شہیر الدین علوی تاریخی خواتین کی بہادری کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ خلیفہ ہارون الرشید کے دوران حکومت میں مسلمان خواتین اسلامی فوج میں مسلمان سپاہی کی حیثیت سے داخل ہوتی گئیں۔ عورتیں بڑے بڑے دستوں کی کمان سنبھالتی تھیں۔ ہارون الرشید سے قبل جب خلیفہ المنصور کی حکومت تھی۔ اس وقت اسلامی فوج نے جنوب مشرقی یورپ کی طاقتور بازنطینی

حکومت پر حملہ کیا۔ اس وقت منصور کی دو چچازاد بہنیں ساتھ لڑنے گئی تھیں۔ اس آج کی مسلمان خاتون کو ہر طرح کے برے حالات سے نبرد آزما ہونے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔(14)

جس طرح خواتین کی تعلیمی ترقی کے بارے میں دو مکتبۂ فکر سامنے آئے۔ ایک موافقت میں اور دوسرا مخالفت میں۔ با لکل اسی طرح ایک طرف تو خواتین کو ہر شعبۂ زندگی میں آزادی کے ساتھ بڑھنے کی ترغیب دی جا رہی تھی تو دوسری جانب وہ طبقہ بھی موجود تھا جو عورت کا گھر کی چاردیواری سے باہر نکل کر پیشہ ورانہ زندگی میں قدم رکھنا معیوب سمجھتا تھا۔ شائستہ اختر سہروردی کہتی ہیں کہ پرانے زمانے میں عورت اچھی خانہ دار ہوتی تھی۔ چونکہ وہ چاردیواری میں رہتی تھی۔ اس لیے قابل عزت سمجھی جاتی تھی۔ لیکن اب وہ زمانہ آگیا ہے جہاں خانہ داری میں ماہر ہونا کوئی کمال نہیں سمجھا جاتا۔ اس لیے عورتیں خانہ داری سے نفرت کرتی اور بیزار نظر آتی ہیں۔ مصنفہ کے نزدیک عورتیں گھروں سے باہر اس لیے نکلتی ہیں تاکہ ان کے ہنر کو سراہا جائے۔ اور ان کے فن کی تعریف کی جائے۔لہٰذا جب وہ پیشہ وارانہ زندگی میں داخل ہوتی ہیں تو وہ گھریلو امور سے دور ہو جاتی ہیں۔ اور بچوں کی پرورش صحیح طریقے سے نہیں کر سکتیں۔ یعنی انڈسٹریل انقلاب نے گھر کے کاموں کو محدود کر دیا۔ اور عورتوں نے اپنی صلاحیتوں کو منوانے کے لیے مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنا شروع کر دیا۔ اور اپنے بچوں کو نظر انداز کرنے لگی۔ جس سے قوم کی تباہی کا آغاز ہوا۔ عورتوں کا باہر کی زندگی میں کام کرنا پوری قوم کی تباہی کے مترادف ہے۔ (15)

شا یداسی لیے پاکستان بننے سے پہلے بھی اور بعد میں بھی پاکستان کے بعض حصوں میں عورت کو گھر کی حد تک محدود رکھا گیا۔ مختلف علاقوں میں عورتوں اور لڑکیوں کا استحصال جاری رہا۔ اور وہاں عورت کو کسی بھی قسم کی آزادی نہیں دی جاتی۔ بیگم نصیرالدین نے اس حوالے سے ایک فکر آمیز مضمون تحریر کیا اور کہا کہ صوبہ سرحد اور بلوچستان میں لڑکی پیدا ہونے پر خوشیاں منائی جاتی ہیں۔ پھر اس کو جلد سے جلد اچھے داموں پر فروخت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ایک بوڑھا آدمی بھی بیک وقت چار چار نوجوان عورتیں رکھ سکتا ہے۔ عورت بیوہ ہونے پر شوہر کے ورثا کی جائیداد سمجھی جاتی ہے۔ اور جب وہ دوسری شادی کرتی ہے تو اس کے ورثا اس شوہر سے اس کی قیمت وصول کرتے ہیں۔ گویا عورتیں جانوروں کی مانند ہیں۔ جن کی خرید و فروخت جاری رہتی ہے۔ ان علاقوں میں عورت کو معاشی، اقتصادی اور تعلیمی کسی طرح کی آزادی حاصل نہیں ہے۔ (16)

ایشیا میں عورت کو گھر کی چاردیواری میں مقید چیز سمجھا جاتا ہے۔ یہ تاثر عام ہے کہ عورت گھر والوں کی خدمت، ان کے کھانے پینے، کپڑوں لتوں کا انتظام، بچوں کی پرورش اور حفاظت، ان کی ابتدائی تعلیم و تربیت، گھر کے مریضوں کی تیمارداری اور ان کی دیکھ بھال، بازار سے سودا سلف منگانے کا اہتمام وغیرہ وغیرہ ان سب کاموں کے لیے پیدا ہوئی ہے۔ لیکن اگر عورت کسی پیشہ ور امور کے لیے گھر سے باہر نکلے تو اس کی اہلیت کو تسلیم نہیں کیا جاتا۔ قدرت نے عورت کو مرد کی طرح آزاد پیدا کیا تھا۔ مگر ہمارے سوشل قوانین نے عورت کی آزادی کو گھٹا کر اس کو گھر میں قید کر دیا۔ اور اس پابندی نے خواتین کی خود اعتمادی کو زبردست نقصان پہنچایا۔ اور عورتیں معاشی جد و جہد میں بہت پیچھے رہ گئیں۔ عورتوں کی اس آزادی کے لیے ماہنامہ "عصمت" میں بہت کچھ لکھا گیا۔ حتیٰ کہ خواتین نے اپنے مضامین میں اس بات کو بہت واضح لفظوں میں بیان کیا کہ عورتوں اور لڑکیوں کو شادی کے انتخاب میں بھی عملی طور پر آزادی کا حق ہونا چاہیے۔ وہ حق جو اسلام نے عورت کو تفویض کر رکھا ہے۔ کہ وہ اپنی مرضی سے اپنی زندگی کا سا تھی چن سکتی ہے۔ لہٰذا جہاں عورت کے حق اور آزادی کی بات کی گئی وہیں عورتوں کے اس حق کے بارے میں بھی آواز اٹھائی گئی۔ اختر سلمیٰ "ہمارے حقوق" کے عنوان سے مضمون لکھتے ہوئے کہتی ہیں کہ لڑکیاں بے زبان ہوتی ہیں۔ والدین ان کی بے زبانی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور ان کے رشتے ان سے پوچھے بغیر طے کر دیتے ہیں۔ وہ رشتہ کے انتخاب میں ان کی مرضی کا خیال نہیں کرتے۔ مسلمان گھرانوں کی لڑکیاں اتنی بے بس ہوتی ہیں کہ بحالت مجبوری وہ والدین کے اس انتخاب کو تسلیم کرلیتی ہیں۔(17)

ماہنامہ"عصمت" کے اندر ایسے مضامین شائع ہوئے۔ جن کے ذریعے عورت کو ہر طرح سے آزاد رہنے کی ترغیب دی گئی۔ مولانا عبدالغفار خیری کہتے ہیں کہ عورتیں اسی وقت صحیح معنی میں آزادی حاصل کر سکتی ہیں جب وہ مردوں کے ساتھ سے آزاد ہو ں گی۔ یعنی عورت نہ بیوی بنے نہ ماں۔ عورتوں کو مردوں سے کسی قسم کا واسطہ نہیں رکھنا چاہیے۔مصنف کے خیال میں وہی آزادی مکمل ہو سکتی ہے۔ جہاں عورت والدین کا خیال، شوہر کی خدمت و اطاعت، بچوں کے لیے مامتا ان تمام جذبات احسا سات سے آزاد ہوگی۔ مضمون نگار نے بہت سی مثالوں کے بعد یہ واضح کیا ہے کہ عورتوں کو اپنی اصلی آزادی حا صل کر نے کے لیے سر توڑ محنت کرنا ہوگی۔ ورنہ وہ آزاد نہیں ہو سکتیں۔ ایسی عورتیں جو صحیح معنوں میں آزادی چاہتی ہیں۔ انہیں اقتصادی طور پر بھی آزاد ہونا ہوگا۔ یہ ان کا آزادی کی جانب پہلا قدم ہوگا۔ اس کے ساتھ ساتھ منصف نے یہ تجویز بھی پیش کی ہے کہ جن خواتین کی ابھی شادی نہیں ہوئی ہے۔ وہ اس بندش سے خود کو بچائیں۔ وہ کسی مرد سے ذاتی تعلقات نہ رکھیں۔

شادی کر کے پابندی سے رہنے کی بجائے آزاد ی اپنا سکیں۔ تب ہی وہ اصل معنوں میں آزادی حاصل کر سکتی ہیں۔(18)

ہندوستان اور پاکستان میں عورت کی تذلیل اور استحصال جاری و ساری ہے۔ خاص کر ہندوؤں میں عورت کو ذلیل اور کم تر تصور کیا جاتا ہے۔ اس ایشیائی معاشرے میں عورت کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ تب ہی یہاں کے مضمون نگار عورت کی آزادی کا پرچار شد و مد سے کرتے ہیں۔ اسلام کے علاوہ کسی دوسرے مذہب اور قوم میں عورت کی کوئی حیثیت اور وقعت نہیں ہے۔ حتیٰ کہ خود مسلمان بھی عملی طور پر عورت کو ا س کا کوئی حق ادا نہیں کرتے۔ نفیس فاطمہ کے بقول ایران کی قدیم اقوام میں عورت کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ قدیم ایرانی مرد اپنی بیویوں کی موجودگی میں ان کی بہنوں کو اپنے گھروں میں بیویوں کی مانند رکھتے تھے۔ وہ اپنی مستور ات کا خیال نہیں رکھتے تھے۔ اسلام نے عورت کو اس کے حقو ق دلائے۔ اور شوہر،بیوی اور ہر رشتے کے حقوق مقرر فرمائے۔(19)

اسلام نے عورت کے جو حقوق مقرر کیے۔ ان کی پامالی کا سلسلہ جری رہا یہاں تک کہ ماہنامہ”عصمت“میں ایسے مضامین شائع ہونے لگے جن میں خواتین کو آگاہی دی جاتی کہ وہ اپنے حقوق کو صحیح طور پر پہچاننے کے لیے مولویوں کے وضع کردہ نصاب اسلام کے بجائے خود قرآن و حدیث کا مطالعہ کر کے اپنے حقوق کو سمجھیں اور معاشرے میں اپنی آزادی کا اختیا ر حاصل کریں۔ سیدہ قانتہ بیگم اسی حوالے سے خواتین کو آگاہ کرتے ہوئے اپنے مضمون ”عورتوں کی کتابیں“ میں لکھتی ہیں کہ وہ کتابیں جو اسلامی موضوعات پر لکھی گئی ہیں۔ جیسے مرد عورت کے حقوق، فرائض کی ادائیگی، حقوق العباد ان کی تشریحات مولویوں نے کی ہیں۔ عورتوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے حق حاصل کرنے کے لیے اور اپنی آزادی کے لیے ان کتابوں کو پڑھیں اور پھر قرآن و حدیث کا مطالعہ کریں تاکہ وہ اپنا جائز حق حاصل کر سکیں۔ کیونکہ یہی کتابیں ہیں جن کی وجہ سے مردوں نے عورتوں کو مذہبی طور پر اپنا غلام بنا رکھا ہے۔ عورتوں کے حق غصب کر کے ان کو آگے بڑھنے سے روک دیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ عورت اپنی آزادی سے محروم ہے وہ آزادی جو اسے مذہب نے عطا کی ہے۔ (20)

ان مضامین نے عورت کی سوچ کو تبدیل کرنے میں اہم کردار ادا کیا زمانے کے بدلنے کے ساتھ ساتھ ان مضامین کی فکری سوچ میں بھی تبدیلی کا عنصر کار فرما نظر آتا ہے۔ صغرا عبدالسبحان لکھتی ہیں کہ اب وہ پہلا زمانہ گیا جب ڈانٹ ڈپٹ کر اور لڑکی کو چپ کرا کے اسے ہر کام نکلوا لیا جاتا تھا۔اب وہ دور نہیں رہا ہے کہ لڑکیوں

سے زبردستی کی جائے۔ ان کو زندگی گزانے کے معاملے میں آزادی ہونی چاہیے۔ کیونکہ اب آزادی اور بلند نظری کا دور ہے۔ اب لڑکیوں پر بے جا سختی نہیں کی جا سکتی۔(21)

لیکن ان سب باتوں کے باوجود پاکستان میں عورت کو اس کے جائز حقوق حاصل نہیں ہوئے۔معاشرے میں مرد اور عورت نے کبھی مل کر کام نہیں کیا۔ عورت کو گھر کے کاموں میں مشغول بنا کر مرد آزاد ہو گیا ہے۔ ماہنامہ "عصمت" کے اندر ایسے مضامین بھی شائع ہوئے۔ جن میں حقوق نسواں اور آزادئ نسواں کی بات کرنے والوں کا مذاق اڑایا گیا۔ اور اس کو سر پھری خواتین کا نعرہ قرار دیا گیا۔ صدیقہ بانو کہتی ہیں۔

"حفاظتِ حقوقِ نسواں و آزاد ئ نسواں سر پھری خواتین کا نعرہ ہے اور نعرہ ہی رہے گا۔" (22)

مگر پھر بھی عورت نے اپنے حق میں صدا بلند کرنا ترک نہ کی اور آزادئ نسواں کے لیے بھرپور کوششیں جاری رکھیں۔اس ضمن میں ماہنامہ "عصمت" میں ایسے مضامین شائع ہوئے جن میں مشرق اور مغرب کی عورت کا موازنہ کرکے بتایا گیا کہ مشرقی عورت مغربی عورت کے مقابلے میں کم تر، کمزور، اور معاشی و تعلیمی طور پر بھی انتہائی پسماندہ ہے۔ مغربی عورت آزاد خیال ہونے کے ساتھ ساتھ ہر قسم کی معاشرتی پابندی سے بھی آزاد ہے۔ تب یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ ماہنامہ "عصمت" کے ذریعے عورتوں کی درست سمت میں رہنمائی کی جائے تاکہ وہ اپنے لیے آزادی حاصل کر سکیں۔ اور خود کو مردوں کے تسلط سے آزاد رکھ سکیں۔ اور دنیا میں اپنا درست تاثر بنا سکیں کہ وہ مردوں کے ہاتھوں کھلونا نہیں بلکہ آزاد معاشرے کے آزاد شہری ہیں۔ بدرالنساء رحمٰن لکھتی ہیں کہ مغربی متعصب تاریخ دان مسلمان عورت کو مذہب کا قیدی گردانتے ہیں۔ ان کے نزدیک مسلمانوں کے مذہب نے عورت کو گھر کی چاردیواری میں مقید رہنے کا حکم دیا ہے۔ حتیٰ کہ عورت کی مذہبی عبادات نماز وغیرہ بھی گھر میں ہی ادا ہوتی ہیں۔ عورت حج کا فریضہ بھی مرد کے بغیر ادا نہیں کر سکتی۔قربانی کے جانور بھی مرد ہی ذبح کرتے ہیں۔ مرد عورت کو ناقص العقل سمجھتے ہیں۔ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے۔ ان سب حقائق کو بتانے کے بعد مصنفہ نے یہ سوال اٹھایاہے کہ اگر اسلام نے عورت پر پابندیاں لگائی ہیں تو یہ اس کے حق میں بہتر ہیں۔ اور اسلام وہ نہیں جو موجودہ معاشرہ دکھاتا ہے۔ اصل اسلام سے مشرقی معاشرہ نا بلد ہے۔ اور اگر اسلام عورت پر پابندیاں لگاتا ہے تو یورپ والوں نے عورت کو مادر پدر آزاد کر کے کون سی کامیابی پالی ہے؟ اور ان عورتوں

نے کون سا اپنا حق حاصل کر لیا ہے۔ آج وہاں عورت مصنوعی زندگی گزار رہی ہے۔ وہ مرد کے اشاروں پر ناچنے والی چیز بن کر رہ گئی ہے۔ معاشرے اور سوسائٹی میں بھی اس کو کوئی خاص مقام حاصل نہیں ہے۔ اور مذہبی طور پر بھی یورپی عورت کو کوئی وقعت حاصل نہیں ہے۔ (23)

یہی وجہ ہے کہ ماہنامہ”عصمت“ کے اندر ایسے مضامین بکثرت لکھے گئے ہیں۔ جن میں مغربی عورت کی زندگی اپنانے کی شدید مخالفت کی گئی۔ حتیٰ کہ وہ تمام باتیں ناپسندیدہ قرار دے دی گئیں۔ جو مشرق والوں نے مغرب کی تقلید میں اپنالی تھیں۔ خواتین نے معاشی ترقی کے لیے مغرب کی راہ پر چلتے ہوئے جن طریقوں کو اپنایا ان کی شدید مخا لفت کرتے ہوئے کڑی تنقید کی گئی اور کہا گیا کہ یہ شعبے تو مغرب سے ادھار لیے گئے ہیں اور مشرق میں ان شعبوں میں عورتوں کا کام کرنا معیوب لگتا ہے۔ آمنہ نازلی نے اپنے مضمون میں لڑکیوں کے پرائیویٹ سیکریٹری بننے پر سخت تنقید کی اور کہا کہ مشرقی عورت کے اندر پرائیویٹ سیکریٹری بننے کا رحجان مغرب سے آیا ہے۔ خواتین اس شعبے میں کام کرنے کی شدید خواہش مند نظرآتی ہیں۔ بڑی بڑی کمپنیوں کے علاوہ ہر آفس کے اندر ایک خوبرو اور نوجوان لڑکی پرائیویٹ سیکریٹری کی صورت میں نظر آئے گی۔اس سے ہمارا معاشرہ اور نئی نسل تباہ ہو رہی ہے۔ اور اس کی ذمہ دار ہماری خواتین ہیں۔ جو معاشرتی روایات کے متضاد پیشے اپنا رہی ہیں۔ اس سے نہ صرف خواتین کا گھر متاثر ہوا ہے بلکہ معاشرہ بھی اخلاقی تنزلی کا شکار بنتا جا رہا ہے۔ عورتیں اسی صورت میں آزاد اور کامیاب زندگی گزار سکتی ہیں جب وہ اسلام کو سمجھیں گی اور اسلامی اصولوں پر عمل پیرا ہوں گی۔(24)

ماہنامہ ”عصمت“ میں جو مضامین تحریر کیے گئے ان میں بیدارء نسواں اور حقوق نسواں کے ساتھ ساتھ معاشی بیداریٔ نسواں کے عنوان پر بھی بہت کچھ لکھا گیا۔1947ء میں جب پاکستان بنا تو ملک معاشی طور پر شدید بد حال اور بحران کا شکار تھا۔تب ماہنامہ ”عصمت“ میں ایسے مضامین لکھے گئے جن کے ذریعے عورتوں کو ان کے پاؤں پر کھڑا ہونے کی ترغیب دی گئی۔ انہیں کہا گیا کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر معاشی طور پر آزاد ہو کر ہی دنیامیں کامیابی حاصل کر سکتی ہیں۔ عورتوں کو بتایا گیا کہ ملک اس بات کا متحمل نہیں ہو سکتا کہ ملک کی آدھی آبادی ہاتھ پر ہاتھ دھرکے بیٹھی رہے۔ اور نہ ہی اس بات کا انتظار کیا کہ خواتین پہلے تعلیم حاصل کریں گی۔ اور پھر اونچے اونچے عہدوں کی تلاش کریں گی ۔بلکہ اس سے کہیں بہتر ہے۔ کہ وہ کسی ہنر کو اپنا لیں۔تاکہ عورتیں ملک کی اقتصادی ترقی میں اپنا حصہ ڈال سکیں۔ اس طرح معاشرہ بھی خوشحال رہے گا۔ اور خواتین گھر کی چار دیواری میں ہی بہت کچھ کمانے اور اپنے مردوں کا ہاتھ بٹانے میں کامیاب ہو سکیں گی۔ جمیلہ

بیگم پرانے زمانے کی عورت کے متعلق لکھتے ہوئی کہتی ہیں۔ کہ قدیم ہندوستان کی عورتیں غلامانہ ذہنیت رکھتی تھیں۔ اس کا اثر آج کی عورتوں پر بھی نظر آتا ہے۔ اب جبکہ ہندوستان کی قومیں آزاد ہیں عورت جب تک اقتصادی ترقی حاصل نہیں کرے گی۔ تب تک وہ قوم بھی معاشی تنزلی کا شکار رہے گی۔ مصنفہ نے اپنے مضمون کے اندر مختلف طریقے بتائے ہیں۔ جن کو اپنا کر خواتین معاشرے کی ترقی میں اپنا کردار ادا کر سکتی ہیں۔انہوں نے عورتوں کو بتایا ہے کہ وہ اقتصادی ترقی صرف ملازمت کے ذریعے ہی حاصل نہیں کرسکتیں۔بلکہ بہت سے ایسے کاروبار ہیں جن کے بارے میں معلومات فراہم کرتے ہوئے کہا گیا کہ وہ ان کو اپنا کر نفع حاصل کر سکتی ہیں۔ مثلاً وہ کپڑے سلائی کرسکتی ہیں۔ ریڈی میڈ کپڑے بنا کر بیچ سکتی ہیں سویٹر بن کر ان سے آمدنی حاصل کر سکتی ہیں۔ مرغیاں پال کر انڈے بیچ سکتی ہیں۔ گھروں میں چھوٹے چھوٹے آرائشی سجاوٹ والے کا م کیے جا سکتے ہیں۔ جن کے ذریعے گھر بیٹھے بٹھائے آمدنی ہو سکتی ہے۔ عورت اپنے بچوں اور گھر کی دیکھ بھال کے ساتھ ساتھ ان نفع بخش پیشوں کو اپنا کر اپنی گھریلو آمدنی اور ملکی معاشی ترقی میں اپنا حصہ ڈال سکتی ہے۔ (25)

ماہنامہ ''عصمت'' نے اپنے مضامین کے ذریعے گھربیٹھی باپردہ خواتین کو بھی حالات کا سامنا کرنے کی ترغیب دی ۔ معاشرے میں رہنے والے مردوں اور عورتوں کوبتایا گیا کہ بدلتی ہوئی اقدار و روایات اس بات کی متقاضی ہیں کہ عورت کو معاشی ترقی میں مر د کے شانہ بشانہ چلنا ہوگا۔ وگرنہ وہ معاشرے میں مرد کے برابر نہیں آسکے گی۔ اور نہ ہی معاشرے کی ترقی میں اپنا کردار صحیح طریقے سے ادا کر سکے گی۔َ عورت کو بار بار ترغیب دی گئی کہ وہ گھریلو صنعتوں کے ذریعے ہی سہی ملکی ترقی میں ضرور حصہ لیں۔ ماہنامہ '' عصمت ''کے ستمبر ۱۹۴۸ء کے شمارے میں ایک جدول پیش کر کے کہا گیا کہ ملک اقتصادی طور پر کتنا بد حال ہو چکا ہے۔اس جدول میں مختلف شہر وں کے اعداد و شمار کا تفصیلی جائزہ پیش کیا گیا اور بتایا گیا کہ ان شہروں میں اقتصادی حالت انتہائی مخدوش ہے۔ اس شیڈول میں پاکستان بننے کے بعد کا انڈیکس تیار کر کے دکھایا گیا کہ معمولی معمولی ضروریات زندگی کی اشیاء میں بے تحاشا مہنگائی کا رحجان نظر آرہا ہے۔ آمدنی بہت محدو ہو ر ہی ہے۔ لیکن خرچ میں کئی گنا کا اضافہ نظر آتا ہے۔ گرانی کو روکنے او رآمدنی بڑھانے کا واحد ذریعہ عورتوں کا معاشی جد و جہد میں مردوں کا ساتھ دینا ہے۔ (26)

ماہنامہ '' عصمت'' میں جہاں ایک طرف عورتوں کی معاشی طور پر مردوں کا ساتھ دینے کی ترغیب دی گئی وہیں دوسری طرف عورتوں کو یہ بھی بتا یا گیاکہ اگر انہیں دوسری اقوام کے ساتھ ترقی کرنی ہے تو ہر سطح پر قوم کی خدمت کرنی ہوگی۔

بلقیس عصمت شفیع عورتوں کو آگاہی دیتے ہوئے کہتی ہیں کہ ہندوستان کی عورتیں صرف غلام اور محکوم رہنا جانتی ہیں۔ اور آج بھی عورت غلامی کے چنگل سے آزاد نہیں ہو سکی ہے۔حتیٰ کہ ہندوستان کے مقابلے میں دوسر ی اقوام کو دیکھا جائے تو جب وہاں کی عورت محکومیت کا شکار تھی تو اس وقت دوسری قومو ں کی عورتیں نشانہ بازی سیکھ رہی تھیں۔ اس وقت ہماری عورتوں کو غلیل تک پکڑنانہیں آتا تھا۔ اب جبکہ پاکستان ایک آزاد ملک بن گیا ہے۔ تو سب سے بڑا خطرہ جنگ ہے۔اس کے لیے ہمیں ہتھیاروں کا استعمال عورتوں کو سکھانا ہو گا۔ اور اس کے ساتھ سا تھ عورت کو کھیتی باڑی بھی سیکھنی ہوگی۔ ہل چلانا ہوگا۔ اناج پیدا کرنے کے طریقے سیکھنے پڑیں گے۔ تاکہ جب مرد محاذ پر جنگ کر رہے ہوں تو عورتیں ان کا ساتھ نباہ سکیں۔ تاکہ ملکی سا لمیت پر کوئی آنچ نہ آسکے۔ (27)

لیکن ان سب کے باوجود عورت صنعتی طور پر آزاد نہیں ہو سکی۔ کیونکہ بہر حال اس کا مقصدِ زندگی اور محور گھر اورا ولاد ہی رہا۔ اگر چہ معاشی اقدار تبدیل ہو رہی تھیں۔ لیکن عورت معاشرے کی بدلتی ہوئی روایات کا ساتھ نباہنے سے قاصر تھی۔ کیونکہ ہندوستانی عورت جتنا بھی آزاد رہنا چاہے معاشرتی پابندیاں اس کے پائوں کی بیڑیاں بن جاتی ہیں۔اور اس کی آزادی خیال بن کر رہ جاتی ہے۔ اگر چہ یہاں کی عورت نے مردوں کے ساتھ ہم آہنگ ہونے کے لیے ہر طرح کی قربانیاں دی ہیں لیکن پھر بھی اُسے مردوں کے شانہ بشانہ چلنے میں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

تقسیم برعظیم سے معاشرے میں بہت سی تبدیلیاں وقوع پذیر ہوئیں اور اس تقسیم نے ہندوستان اور پاکستان دونوں ملکوں کے لوگوں کی زندگیوں میں عظیم انقلاب برپا کیا۔ اور بہت سے مسلمان تقسیم کے بعد ہجرت کر کے پاکستان منتقل ہو گئے۔ اس ہجرت میں بہت سے لوگوں نے جسمانی تکالیف اٹھائیں۔ ایسے وقت میں جب پاکستانی معاشرہ انتشار کا شکار تھا اور طبی سہولیات نہ ہونے کے برابر تھیں۔ اس وقت ماہنامہ ''عصمت'' میں وقت کی ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے عورتوں سے کہا گیا کہ اب ہر لڑکی کو مرہم پٹی کرنے کا طریقہ جاننا چاہیے۔ عورتوں کو فرسٹ ایڈ کے درس و تدریس کے پروگراموں میں شرکت کرنا چاہییے۔ لڑکیوں اور عورتوں کو نرسنگ کے پیشے میں آنا چاہییے۔ ان کو ان پیشوں کے لیے ماحول اور مواقع فراہم کیے جانے چاہییں۔ ان کو ہسپتالوں کے چکر لگانے کی دعوت دی جانی چاہییے۔ تاکہ عورتیں ملکی ترقی میں مردوں کا ہاتھ بٹا سکیں اور اپناکردار ملکی ترقی میں ادا کر سکیں۔(28)

ا س طر ح ماہنامہ '' عصمت'' میں نرسنگ کے ساتھ ساتھ خواتین کو ایسے پیشے منتخب کرنے کی صلاح دی جاتی رہی جن سے وہ معقول آمدنی کما سکیں۔ اس سلسلے

میں ماہنامہ ''عصمت'' کے اندر ایسے مضامین شائع کیے گئے جن کے ذریعے خواتین کو مختلف شعبوں کی تفصیلات، جزیات سمیت فراہم کی گئیں تاکہ وہ اپنے لیے موزوں پیشے کا انتخاب کر کے اپنی آمدنی میں اضافہ کر سکیں۔ شائستہ اختر سہروردی بتاتی ہیں کہ عورتوں کو مصوری کی شاخ کمرشل آرٹ کو سیکھنا چاہیے۔ اس کے ذریعے خواتین بہ معقول آمدنی کما سکتی ہیں۔ کتابوں کے ٹائٹل پیج بنانا، اشتہاروں کے لئے پوسٹر بنانا، یہ کام اطمینان سے گھر بیٹھے ہوسکتا ہے۔ فوٹوگرافی بھی گھر بیٹھ کر کی جاسکتی ہے۔ گھر میں عورتیں اپنے فرصت کے اوقات میں یہ کام بخوبی سر انجام دے سکتی ہیں۔ یوں عورت آسانی سے گھر بیٹھ کر بھی آمدنی میں اضافہ کر سکتی ہیں۔(29)

دوسری جانب ایسی خواتین جو ملک و قوم کی خدمت کرنا چاہتی ہیں ان کے بارے میں بلقیس درانی اپنے مضمون میں کہتی ہیں کہ چونکہ خواتین کے اندر قوت تحمل اور برداشت زیادہ ہوتی ہے۔ اور اب جب خواتین ملک کے لیے کچھ کرنا چاہتی ہیں وہ بھی ایسے وقت میں جب ملک مشکل حا لات سے دوچار ہے تو ایسی خواتین کو چاہیے کہ وہ ''مرکز اطلا عات''کو اپنی خدمات مہیا کر دیں۔ کیونکہ جب ہر طرف ا فراتفری کا عالم ہے اور بہت سے لوگ ایک دوسرے سے بچھڑ گئے ہیں تو ان حالات میں لوگ اپنے عزیز و اقارب کی ا طلاعات حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ اگر خواتین ''مرکز اطلاعات'' میں ہوئیں تو وہ ان لوگوں کی بہتر طور پر تسکین کر سکتی ہیں اوران کو ہر طرح کی معلومات بہم پہنچا سکتی ہیں۔ (30)

پاکستانی معاشرے میں عورت اقتصادی طور پر اس لیے کامیابی حاصل نہیں کر سکی کیونکہ عورت کو معلوم ہی نہیں کہ وہ اقتصادی ترقی کیسے کر سکتی ہے؟ عورت مرد کے ظلم و ستم کا شکار ہے۔ اسے معلوم ہی نہیں کہ وہ مردوں کے استحصال کا نشانہ بنی ہوئی ہے۔ اسے اس کی اہمیت کا اندازہ ہی نہیں کہ وہ ملکی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور ہر شعبہ زندگی میں مردوں کے دوش بدوش حصہ لے سکتی ہے۔جمیلہ بیگم نے مشرق کی عورتوں کو تعلیم دیتے ہوئے مغرب کا حوالہ پیش کیا ہے کہ یورپ میں لڑکیوں کو بہت سی ضرورتوں کے علاوہ اپنا کاروبار کرنے کی ٹریننگ دی جاتی ہے۔ جس سے وہ اپنی آزاد کاروباری زندگی گزار سکتی ہیں۔ مثلاً وہاں لڑکیوں کو ہیرڈریسنگ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ جس سے وہ فیشن ایبل پارلر کھول سکتی ہیں۔ کسی پارلر میں کام کر سکتی ہیں اور معاشی طور پر خود کفیل ہو سکتی ہیں۔(31)

مشرقی معاشرے پر نظر دوڑائی جائے تو یہاں عورت کی معاشی ترقی کی راہ میں بہت سی رکاوٹیں اور مشکلات پیدا کی جاتی ہیں۔ حتیٰ کہ ماہنامہ "عصمت" نے اس سلسلے میں بہت سے مضامین شائع کیے جن میں عورت کی اقتصادی بیداری کا ذکر واشگاف انداز میں کیا گیا۔ ان مضامین میں کہا گیا کہ عورت کو گھر کی چار دیواری میں مقید رہنے کے بجائے اس کو گھر سے باہر نکل کر روزی کمانے کی اجازت ہو بجائے اس کے کہ عورت مرد کا استحصال برداشت کرے۔اس کے پاس اپنے ذرائع آمدن ہوں تاکہ وہ اپنی زندگی گزارنے میں مرد کی دست نگرنہ بن سکے۔ ماہنامہ " عصمت" کے پاکستانی ۵۰ سالوں پر نظر دوڑائی جائے تو نمایاں ترین موضوع عورت اور اس کی اقتصادی بیداری ہی ہے۔ ۱۹۷۸ ء میں ملکی سطح پر خواتین کو اقتصادی آزادی دینے کی بات کی گئی۔ عامرہ خاتون اپنے مضمون میں لکھتی ہیں کہ صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے کہا ہے خواتین کو ملک کی ترقی میں بھرپور کردار ادا کرنے کا موقع دیا جائے گا۔ یہ بات انہوں نے خواتین کے بین الاقوامی سیمینار کے دوران میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ میں عورت کی معاشی خود کفالت کا حامی ہوں۔ اور دنیا کی نصف آبادی کو سماجی زندگی سے نکال کر نہیں پھینکا جا سکتا۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ وفاقی کابینہ میں ایک خاتون وزیر مملکت کو شامل کیا جائے گا۔ اور سیکریٹریٹ میں خواتین کی ایک ڈویژن قائم کی جائے گی۔ خواتین کو ملکی ترقی میں آگے بڑھنے کے تمام مواقع فراہم کیے جائیں گے۔ (32)

اسی طرح خواتین میں سیاسی شعور پیدا کرنے کے لیے انہیں آگاہ کیا گیا کہ تحریک پاکستان کے اندر خواتین کا کردار بہت مستحکم اور با ہمت تھا۔اور خواتین نے سیاست میں اپنا حصہ ڈالا۔ امت الحمید خانم لکھتی ہیں کہ سر سید کے بعد مسلم ایجوکیشنل کانفرنس نے مسلمانوں میں آزادی کا ذوق پیدا کیا۔ کچھ عرصے بعد اس میں مزیدترقی ہوئی۔ مسلم لیڈیز کانفرنس کا قیام ۱۹۱۴ء یا ۱۹۱۵ء کے لگ بھگ عمل میں آیا۔ یہ سب کچھ غیر سیاسی تھا۔ لیکن اس دوران میں خلافت اور دوسری تحریکوں کی وجہ سے مسلمان عورت سیاست میں آئی تو اس نے پہلی مرتبہ ملکی صنعت میں بھی دلچسپی لی۔پھر مسلم لیگ کی حیات نو اور تحریک پاکستان پر اس نے اس مر حلے پر تیزی کے ساتھ مسلم عورت کو اپنے مردوں کے دوش بدوش لا کر کھڑا کیا۔اور بہت تیزی سے اس انقلاب نے معاشرے کو اپنی زد میں لے لیا۔ اور مسلمانوں کی اس تحریک کو کامیاب بنانے میں عورت کی معاونت حیرت ناک حد تک شامل تھی۔ عورت نے اپنی بساط سے بڑھ کر ان تحریکوں میں مدد فراہم کی۔ اور اس کی ایک ظاہری مثال قائد اعظم محمد علی جناح کی ہمشیرہ فاطمہ جناح ہیں جنہوں نے ہر قدم پر اپنے بھائی کی مدد کی۔ وہ ہر جگہ سائے کی طرح اپنے بھائی کے سا تھ رہتیں۔ ا س طر ح

عورت نے سیاسی اور اقتصادی طور پر بیداری حاصل کرنے کی پہلی مرتبہ شعوری کوشش کی تھی۔ (33)

اسی طرح پروفیسر منور رؤف تحریک پاکستان میں خواتین کے کردار کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ۱۹۳۸ء کے آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلا س میں مسلم لیگ کی خاتون کونسلر بیگم حبیب اللہ نے ایک ریزولیوشن پیش کیاکہ مسلم خواتین کو قومی مقصد کی تکمیل کے لیے مسلم لیگ کے پرچم تلے متحدہو کر جد و جہد کرنی چاہیے۔ تاکہ مسلمان قوم جمع اور متحد ہو کر اپنے حقوق حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکے۔ یو پی کے مولوی محمد فاروق نے اس ریزولیوشن کی حمایت کی۔ چنانچہ آل انڈیا مسلم لیگ ویمن سب کمیٹی کا قیام یقینی بنایا گیا۔ جس میں پنجاب سے بیگم شاہنواز، لیڈی جمال خان، مسز رشیدہ لطیف، لیڈی عبدالقادر، بیگم شہاب الدین، مسز ایم ایم اصفہانی، بمبئی سے مس فاطمہ، مسز فیض طیب جی، بیگم حفیظ الدین، یو پی سے بیگم حبیب اللہ، بیگم قدسیہ بتول، بیگم وسیم، بیگم محمد علی جوہر، بیگم نواب اسمٰعیل خان، مس راحیلہ خاتون، سی پی سے مس نادر جہاں، بیگم نواب صدیق علی خان، بہار سے بیگم سر علی امام، بیگم اختر، آسام سے مسز عطاء الرحمٰن ، مس جمال خان، سندھ سے لیڈی عبداللہ ہارون، لیڈی غلام حسین، ہدایت اللہ، بیگم شعبا ن، مسز طیب جی، دہلی سے مسز حسین ملک، مسز نجم الحسن، بیگم رحمٰن، صوبہ سرحد سے بیگم سعد اللہ خان، بیگم اللہ بخش مدارس سے مسز عائشہ اور مسز قریشی کو اس کمیٹی میں شامل کیا گیا۔(34)

ان سب مضامین کا مقصد خواتین کو معاشی اور سیاسی طور پر آزاد کرنا تھا۔ اور ان کو بتایا گیا کہ کس طرح ان سے قبل خواتین نے سیاسی اور معاشی طور پر ملک و قوم کی خدمت کی تھی۔

ماہنامہ '' عصمت ''میں اس حوالے سے نظر دوڑائیں تو اندازہ ہو گا کہ خواتین کو یہ اقتصادی او رسیاسی بیداری دینے میں مرد مضمون نگاروں نے خواتین کی نسبت زیادہ مضامین تحریر کئے او ر خواتین کو سیاست کے میدان میں آگے بڑھنے کی ترغیب کا زیادہ تر دارو مدار مرد حضرات کے زور قلم پر تھا۔ وہ خواتین کو سیاست کے میدان میں آگے بڑھانے کی مسلسل کوششوں میں مصروف تھے۔ مصلح الدین احمد نے اپنے مضمون ''حق رائے دہی اور خواتین'' میں تمام دنیا کے ممالک میں خواتین کا سیاسی حق بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ بیسویں صدی کے آخر پر صرف ۴ ممالک میں خواتین کو رائے دینے کا حق حاصل تھا۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ۹۴ مما لک میں خوتین کو رائے دینے کا حق دے دیا گیا۔حتیٰ کہ ووٹ ڈالنے کے حق کے ساتھ

ساتھ انہیں انتخابات میں بھی حصہ لینے کی پوری آزادی دے دی گئی۔ اس طرح چند سالوں کے دوران خواتین کو سیاسی حق حاصل ہو گیا۔ پاکستان میں بھی خواتین کو اعلیٰ سیاسی عہدے دیے گئے ہیں۔ مغربی پاکستان کی کابینہ میں بیگم محمودہ سلیم وزیر تعلیم ہیں۔ تو مشرقی پاکستان میں ایک خاتون کو پارلیمانی سیکرٹری بنا دیا گیا ہے۔ ان کے علاہ ریاستی اسمبلیوں میں پانچ پانچ خواتین اور مرکزی پارلیمان نیشنل اسمبلی ہی میں چھ خواتین موجود ہیں۔ (35) یوں عورت کو سیاسی و معاشی ہر دو طرح سے آزادی دینے کی کوششیں کی گئیں۔

اسلامی اور پاکستانی عورتوں کی مثالوں کے ساتھ ساتھ یورپی عورتوں کے قصے بھی بیان کیے گئے اور ان معا شروں کی خواتین کی زندگی پر مضامین لکھے گئے پاکستان کی واتین کو بتایا گیا کہ یہاں عورت کا مستقبل ڈانواں ڈو ل ہے۔ معاشرے میں اس کاکوئی وقار نہیں ہے۔ عورت کو اپنا حق حاصل کرنے کے لیے شدید محنت کی ضرورت ہے۔ عورت کو معاشرے میں بحیثیت ماں، بہن، بیوی اور بیٹی کے اپنے حقوق کے لیے بہت محنت کرنی پڑے گی۔ تب ہی وہ معاشرے میں اپنے حق حا صل کر سکتی ہے۔ تانیثی جمالیات کی ابتدا انھی خواتین کی محنت شاقہ کی بدولت ہوئی اور پاکستان میں آج کی باشعور خواتین بھی اسی تانیثی جمالیات کا ایک حصہ ہیں ۔

## حوالہ جات


1-علامہ راشد الخیری، ''بیوہ کا نکاح''،عصمت، جولائی ۱۹۴۸ء ،ص ۸

2-بلقیس عصمت شفیع، '' مکمل عورت'' ،' عصمت،اگست ۱۹۴۹ ء،ص۷۱۔

3-عقیلہ سلطانہ، ''نسوانی تعلیم و تربیت ،' عصمت، فروری ۱۹۵۴ء، ص۱۰۴۔

4-حمیدہ بیگم، ''خدمت قوم''، ' عصمت، اگست ۱۹۵۰ ،ص ۱۱۳۔

5-سلمیٰ عباسی ''اصلاح کی ضرورت'' ،' عصمت،ستمبر ۱۹۵۱ ء ص ۳۳۔

6-فاطمہ بیگم، ''مسلمان خواتین اور کلب''،' عصمت،ستمبر ۱۹۵۲ء ص ۸۴۱۔

7-ڈاکٹر اصغر جلیس، '' ازبکستان میں عورتوں کا مقام''، ' عصمت،جنوری ۱۹۴۸ ء ،ص ۱۰۔

8-بدرالنساء رحمٰن، ''تعلیم نسواں اور ہمارا معاشرہ''، ' عصمت،اکتوبر ۱۹۶۵ ء ،ص ۲۱۹۔

9-صدیقہ بانو، ''راہ بھول گئے''، ' عصمت، اکتوبر ۱۹۶۱ء، ص ۲۲۳۔

10-حمیدہ بانو ملک ’’،خواتین کی تعلیم کا نظام‘‘،‘ عصمت، مارچ ۱۹۸۲ ء، ص ۶۔
11- فتح محمد برقت، ’’ناخواندہ خواتین اور معاشی ترقی‘‘، عصمت، اپریل ۱۹۹۸ء ،ص ۵۱۔
12- بلقیس عصمت شفیع ،’’پاکستانی عورت‘‘،‘ عصمت، اپریل ۱۹۴۸ ء ،ص ۱۶۷۔
13- قیصر سراج نظامی ،’’روسی خاتون‘‘، ‘ عصمت، جون ۱۹۴۸ء ،ص ۲۶۴۔
14- شہیر الدین علوی، ’’اسلامی عہد زریں کی حکمت‘‘ ،‘ عصمت، جولائی ۱۹۴۸ء ،ص ۳۰۔
15- شائستہ اختر سہروردی ‘،’آج کل کی عورت‘‘ ،‘ عصمت، ستمبر ۱۹۴۸ ء، ص ۱۳۱۔
16- بیگم نصیر الدین ، ’’ہم کیا کریں‘‘، ‘ عصمت، دسمبر ۱۹۴۸ء، ص ۶۶۔
17- اختر سلمیٰ ،’’ ہمارے حقوق‘‘، ‘ عصمت،جون ۱۹۴۹ء ،ص ۲۵۵۔
18- مولانا عبدالغفارالخیری ، ’’عورت کی آزادی‘‘ ، ‘ عصمت، فروری ۱۹۵۰ء ،ص ۷۱۔
19- نفیس فاطمہ، ’’عورت اور اسلام‘‘ ، ‘ عصمت، مارچ ۱۹۵۰ ء ،ص ۱۴۳۔
20- سیدہ قانتہ بیگم، ’’عورتوں کی کتابیں‘‘ ،‘ عصمت،ستمبر ۱۹۵۹ء ،ص ۱۶۸۔
21- صغرا عبدالسبحان، ’’آج کی لڑکی‘‘، ‘ عصمت،نومبر ۱۹۵۷ء ،ص ۲۹۲۔
22- صدیقہ بانو، ’’راہ بھول گئے‘‘، ‘ عصمت، اکتوبر ۱۹۶۱ء، ص ۲۲۳۔
23- بدرالنساء رحمٰن، ’’تعلیم نسواں اور ہمارا معاشرہ‘‘، ‘ عصمت،اکتوبر ۱۹۶۵ ء ،ص ۲۱۹۔
24- بیگم آمنہ نازلی، ’’پرائیویٹ سیکرٹری‘‘ ، ‘ عصمت، مارچ ۱۹۸۲ء ، ص ۳۔
25- جمیلہ بیگم، ’’عورتوں میں اقتصادی بیداری‘‘ ،عصمت ،جولائی ۱۹۴۸ء ص ۱۹۔
26- محمد احمد سبزواری، ’’عورتوں میں معاشی بیداری‘‘،عصمت ،ستمبر ۱۹۴۸ء ،ص ۱۲۵
27- بلقیس عصمت شفیع، ’’ آزا د عورت‘‘ ،عصمت،ستمبر ۱۹۴۸ء ، ص ۱۳۲۔
28- زہرہ نورانی، ’’ نرسنگ اور مسلم خواتین‘‘،عصمت ، دسمبر ۱۹۴۸ء ،ص ۲۷۶۔
29- شائستہ اختر سہروردی، ’’عورتوں کی اقتصادی بیداری‘‘ ، عصمت ،اگست ۱۹۵۰ء ،ص ۹۵۔
30- بلقیس درانی، ’’خواتین کی شہری اور دفاعی تنظیم‘‘ ، عصمت ،ستمبر ۱۹۵۱ء، ص ۱۳۶۔
31- جمیلہ بیگم ’’لڑکیوں کے لیے شریفانہ پیشے‘‘، عصمت ،اپریل ۱۹۵۳ء، ص۲۰۹۔
32- عامرہ خاتون، ’’خواتین اور ملک کی ترقی‘‘ ،عصمت، دسمبر ۱۹۷۸ء، ص۱۹۔
33- امت الحمید خانم، ’’تحریک اصلاح نسواں‘‘ ،عصمت ،جنوری ۱۹۹۹ء ،ص ۱۱۔
34- پروفیسر منورہ رئوف، ’’تحریک پاکستان میں خواتین کا کردار‘‘،عصمت،جولائی ۱۹۹۷ء ،ص۳۰۔
35- مصلح الدین احمد، ’’حق رائے دہی اور خواتین‘‘ ، عصمت ،جون ۱۹۶۳ء ،ص ۳۱۳۔

# References

1.Allama Rashid ul kheri, bewa ka nikah, ismat, July 1948, pg=8.

2.Bilqees ismat sahfee, mukamil aurat ,ismat , August 1949, pg=71.

3.Aqeela Sultana, niswani taleem o tarbeat, ismat , February 1954, pg=104.

4.Hameeda Bagum , Khidmat qoum, ismat, August, August 1950, pg=13.

5.Salma Abbasi, Islah ki zarurat, ismat, September 1951, pg=33.

6.Fatima Bagum, Musliman Khawateen aur kalub, ismat,1952, pg=841.

7.Dr.Asghar Jalees,uzbkistan main aurto ka maqam , ismat, January 1948

pg=10

8.Budurn nisa Rehman , taleem e niswa aur hmara moshara,ismat, October 1965, pg=19.

9.Siddiqua Bano, rahh bhool gaye, ismat, October 1961,p 223.

10.Hameeda bano malik, Khwateen ki taleem ka nizam, ismat, March 1982, pg=6.

11.Ftaeh Muhammad burqt, nakhwanda khawteen aur moshi taraqi, ismat, April 1998, pg=51.

12.Bilqees Ismat shafee, Pakistani Aurat, ismat, April 1948, pg=167.

13.Qaiser Siraj nizami, roosi Khatoon, Ismat , June 1948, pg=264.

14. shaheer ud din alvi,islami ahad zaree ki hikmat, ismat july1948, pg=30.

15.shaista Akhta Suharwardi, Aj kul ki Aurat, ismat , September 1948, pg=131.

16. Bagum Naseer ud deen , hum kia karen, ismat, December 1948, pg=66.

17.Akhtar Salma, hamare Haqooq, ismat June 1949, pg=255.

18. molana Abdul ghaffar alkheri, Aurat ki Azadi, ismat , February1950, pg=71.

19.nafees Fatima, aurat aur Islam, ismat , March 1950, pg=143.

20. Syeda qanta bagum, Aurto ki kitaben, ismat , September 1959, pg=168.

21.sughra Abdul subhan, Aj ki lurki, ismat , November 1957, pg=292.

22. Siddiqua bano, rah bhool gaye , ismat , October 1961, pg=223.

23. Budrun nisa Rehman, taleem niswa aur hamara moshra, ismat , October 1965, pg=219.

24.Bagum Amna Nazli, private secertry , ismat , March 1982, pg=3.

25. jameela bagum , aurto mai iqtisadi bedari, ismat July 1948, pg=19.

26. Muhammad Ahmad sabzwari, aurto me moashi bedari, ismat, September, 1948, pg=125.

27.Bilqees imsat shafee, Azad Aurat, ismat , September 1948, pg=132.

28. zuhra norani, nursing aur muslim khawateen,ismat , December 1948, pg=276.

29.shaista Akhtar suharwrdi , aurto ki iqtisadi bedari, ismat , August 1950, pg=95.

30. Bilqees durrani , Khawateen ki shehri aur difayi tanzeem, ismat , September 1951, pg=136.

31. Jameela Bagum , larkio ky liye shareefana paishe, ismat , April 1953, pg=209.

32. Amira Khatoon, Khawateen aur mulik ki taraqi, ismat , December 1978, pg=19.

33. Umat ul Hameed Khanum, Tahreek islah niswa, ismat , January 1999, pg=11.

34.professor Munawar rouf , Tahreek e Pakistan me khawateen ka kirdar, ismat , July 1997, pg= 30.

35. mushlihud deen Ahmad, huq rayed ahi aur khawateen, ismat , June 1963, pg=313.